کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا؟

یہ اور اسی طرح کے دوسرے ایسے مسائل جن میں ماضی قریب سے اختلاف چلا آرہا ہے اور عوام کے ساتھ کچھ اہل علم بھی ان مسائل کو متنازع بنائے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر امت میں اختلاف و انتشار کا سبب بن رہے ہیں، جبکہ ان مسائل کے بارے میں نہ تو آخرت میں سوال ہو گا نہ ان مسائل پر آخرت کی کامیابی کا مدار ہے، بلکہ ہو سکتا ہے ان غیر ضروری مسائل میں پڑ کر امت میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہماری پکڑ ہو جائے۔

یہ اور اس جیسے دوسرے مسائل کو جاننے سے پہلے اگر ہم قرآن و حدیث سے ثابت چند متفقہ مقدمات کو سمجھ لیں تو ان شاءاللہ تعالی ہمارے درمیان باعث نزع بننے والے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔

پہلا مقدمہ:

1- انسان اپنی ذات اور خِلقت کے اعتبار سے اللہ سبحانہ تعالی کی سب سے افضل مخلوق ہے جس کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی کو اپنی خِلافت کے لیے منتخب فرمایا اور اسے مسجودِ ملائکہ بنا کر فرشتوں سے سجدہ کروایا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ [البقرة: 30]

ترجمہ: اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بیشک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَٰجِدِينَ ۝٢٩ [الحجر: 29]

ترجمہ: پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔

2- اللہ سبحانہ تعالی نے خود انسان میں نفخِ روح کیا (روح ڈالی)۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي [الحجر: 29]

ترجمہ: اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں۔

3- اللہ سبحانہ تعالی نے انسان کو عزت و تکریم دے کر تمام مخلوقات پر فضیلت و فوقیت عطا فرمائی۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ الطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝ [الإسراء: 70]

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں بڑی فضیلت دی۔

4- البتہ بعض دفعہ انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے نچلی ترین پستی میں ڈال دیا جاتا ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنَٰهُ أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ ۝٥ [التين: 5]

ترجمہ: پھر ہم اسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت میں کر دیا۔

دوسرا مقدمہ:

1- انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی جماعت بنی نوع انسان بلکہ تمام جہانوں میں سب سے افضل ہے۔

وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ [الأنعام: 86]

ترجمہ: اور ان سب (انبیاء) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

2- بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، ہر نبی میں کوئی نہ کوئی منفرد فضیلت و خصوصیت تھی، جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ [البقرة: 253]

ترجمہ: یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ [الأنبياء: 107]

اور ہم نے تجھے تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً»
(صحيح: بخاري: كِتَابُ التَّيَمُّمِ، رقم:335، (74/1)

ترجمہ: اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

3- رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوقات پر فضیلت ہے، اور آپ ﷺ تمام اولادِ بنی آدم کے سردار ہیں۔

«صحيح مسلم»:
«أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ»
(صحيح: كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ تَفْضِيلِ نَبِيِّنَا ﷺ عَلَى جَمِيعِ الْخَلَائِقِ، رقم:2278، (1782/4)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

«سنن ابن ماجه»:
«قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ، وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ»
(صحيح: كِتَابُ الزُّهْدِ، بَابُ ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ، رقم:4308، (1440/2)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا، قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لیے پھٹے گی، اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی، اور میں فخریہ نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہو گا، اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا"۔

تیسرا مقدمہ:

1- خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور ان سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم والصلوۃ والسلام اپنی جنس و ذات کے اعتبار سے انسان ہی ہیں اور یہی ان کا فخر ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے انسان ہی کو اپنی خلافت کے لیے منتخب کیا ہے کسی اور مخلوق کو نہیں۔

قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ إِن نَّحۡنُ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦۖ [إبراهيم: 11]

ترجمہ: ان سے انکے رسولوں نے کہا ضرور ہم بھی تمہارے جیسے ہی آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاھتا ہے احسان کرتا ہے۔

مَا هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يَأۡكُلُ مِمَّا تَأۡكُلُونَ مِنۡهُ وَيَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُونَ ﴿٣٣﴾ [المؤمنون: 33]

ترجمہ: یہ تو بس تمہارے جیسا ہی ایک انسان، جو ان چیزوں میں سے کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو اور وہ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔

قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ [الكهف: 110]

ترجمہ: (اے نبی آپ) کہہ دیں میں تو تم جیسا ہی ایک بشر ہوں،

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا ﴿٩٣﴾ [الإسراء: 93]

ترجمہ: آپ کہہ دیں میرا رب پاک ہے، میں تو ایک انسان کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔

«تفسير الطبري = جامع البيان ط دار التربية والتراث»:
«القول في تأويل قوله تعالى: {قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ}
يقول تعالى ذكره: قل يا محمد لهؤلاء المعرضين عن آيات الله من قومك: أيها القوم، ما أنا إلا بشر من بني آدم مثلكم في الجنس والصورة والهيئة لست بمَلك»
(تفسير سورة فصلت: أية:6،7 (429/21)

ترجمہ: اے محمد آپ اپنی قوم کے ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو اللہ تعالی کی آیات سے اعراض کرنے والے ہیں کہ میں بھی بس تمہاری طرح ذات وصفات میں، شکل وصورت میں بنی آدم میں سے ایک بشر ہی ہوں کوئی فرشتہ نہیں ہوں۔

«صحيح مسلم»:
«عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ»
(صحيح: كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ ، بَابٌ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ، رقم:2996، (2294/4)

ترجمہ: حضرت امی عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جس کا (قرآن کریم میں) تمہارے لیے وصف بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔

2- انسان کی جو بھی فطری و ذاتی خصوصیات ہیں وہ سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں موجود ہوتی ہیں اور ان انسانی خصوصیات کا ہونا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے کوئی عیب نہیں بلکہ باعثِ فخر ہیں، اس لیے کہ جب تمام انسانی خصوصیات و عوارض کے ہوتے ہوئے بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انسان کے سفلی جذبات کو قابو کرکے گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور مکمل دین پر عمل کرسکتے ہیں بلکہ رشکِ ملائکہ بن سکتے

ہیں تو باقی انسان مکمل دین پر کیوں عمل نہیں کر سکتے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انسان ہیں جب ہی تو دوسرے انسانوں کے لیے معیار / نمونہ (رول ماڈل) بن سکتے ہیں، اگر نبی انسان نہیں ہوتے تو ہر شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ میں نبی کی اتباع کیسے کر سکتا ہوں اس لیے کہ وہ تو انسان ہی نہیں ان کو تو انسانی عوارض لاحق نہیں اگر وہ انسان ہوتے تو یہ عمل نہیں کر سکتے تھے وغیرہ وغیرہ اسی لیے اللہ تعالی نے انسان کی ہدایت کے لیے انسان ہی کو نبی بنا کر بھیجا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝۹۵ [الإسراء: 95]

ترجمہ: آپ کہدیں اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر اتارتے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ [إبراهيم: 4]

ترجمہ: اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ [الرعد: 38]

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔

اسی بات کو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے اپنی سیرت کی مشہور کتاب " اَلشِّفَا بِتَعْرِيْفِ حُقُوْقِ الْمُصْطَفٰى "میں بہت عمدہ انداز میں تحریر کیا ہے:

«الشفا بتعريف حقوق المصطفى - وحاشية الشمني»:

«الْبَاب الثاني فيما يخصهم فِي الأمور الدنيوية وَمَا يطرأ عَلَيْهِم مِن العوارض البشرية:
قَد قَدَّمْنا أنَّه صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّم وَسَائِر الْأَنْبِيَاء وَالرُّسُل مِن البشر وَأَنّ جسمه وظاهره خالص للبشر يجوز عليه من الآفات والتغييرات والآلام والأسقام وتجزع كأس الحمام مَا يجوز عَلَى البشر وَهَذَا كله لَيْس بنقيصة فِيه لِأَنّ الشئ إنَّمَا يسمى ناقصًا بالإضافة إلَى مَا هُو أتم مِنْه وأكمل من نوعه وَقَد كَتَب اللَّه تَعَالَى عَلَى أَهْل هَذِه الدار فِيهَا يحيون وفيها يموتون وَمِنْهَا يخرجون وخلق جميع البشر بمدرجة الغير فَقَد مرض صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّم واشتكى وأصابه الحر والقر وأدركه الجوع والعطش ولحقه الغضب والضجر وناله الإعياء والتعب ومسه الضعف والكبر وسقط فجحش شقه وشجه الكفار وكسروا رباعيته وسقي السم وسحر وتداوى واحتجم وتنشر وتعوذ ثُمّ قضى نحبه فتوفي صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّم ولحق بالرفيق الأعلى وتخلص من دَار الامْتِحَان وَالبَلْوَى وَهَذِه سِمَات البَشَر التي لَا مَحِيص عَنْهَا وَأَصَاب غَيْرِه مِن الْأَنْبِيَاء مَا هُو أَعْظَم مِنْه فَقُتِّلُوا قَتْلًا وَرُمُوا فِي النار ونشروا بالْمَنَاشِير وَمِنْهُم من وَقَاه اللَّه ذَلِك فِي بَعْض الْأَوْقَات وَمِنْهُم من عَصَمَه كَمَا عُصِم بَعْد نَبِيُّنَا مِن النَّاس فَلَئِن لَم يَكْف نَبَيَّنَا رَبَّه يَد ابن قَمِئَة يَوْم أُحُد وَلَا حَجَبَه عَن عُيُون عِدَاه عِنْد دَعْوَتِه أَهْل الطَّائِف فَلَقَد أَخَذ عَلَى عيون قُرَيْش عِنْد خُرُوجِه إِلَى ثَوْر وَأَمْسَك عَنْه سَيْف غَوْرَث وَحَجَر أَبِي جَهْل وَفَرَس سُرَاقَة وَلَئِن لَم يَقِه من سِحْر ابن الأَعْصَم فلقد وَقَاه مَا هُو أَعْظَم من سَمّ اليَهُودِيَّة وهكذا سَائِر أَنْبِيَائِه مُبْتَلى وَمُعَافى وَذَلِك من تَمَام حِكْمَتِه لِيُظْهِر شَرَفَهُم فِي هَذِه المَقَامَات وَيُبَيِّن أَمْرَهُم وَيُتِمّ كَلِمَتَه فِيهِم وَلِيُحَقِّق بامْتِحَانِهِم بَشَرِيَّتَهُم وَيَرْتَفِع الالْتِبَاس عَن أَهْل الضعف فِيهِم لئلا يَضِلُّوا بِمَا يَظْهَر مِن العَجَائِب عَلَى أيديهم ضَلَال النصاري بِعِيسَى ابن مَرْيَم .»

(الْقِسْم الثالث فِيمَا يَجب للنَّبِيّ ﷺ وَمَا يَسْتَحِيل فِي حَقّه، الْبَاب الثاني فيما يخصهم... (2/178-180)

ترجمہ: " ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام نوع بشر میں سے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشر کا تھا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر

وہ تمام آفات وتغیرات اور تکالیف وامراض اور موت کے احوال طاری ہو سکتے تھے جو انسان پر طاری ہوتے ہیں اور یہ تمام امور کوئی نقص اور عیب نہیں، کیونکہ کوئی چیز ناقص اس وقت کہلاتی ہے جبکہ اس کی نوع میں سے کوئی دوسری چیز اس سے زیادہ اتم واکمل ہو، دنیا کے گھر میں رہنے والوں پر اللہ تعالی نے یہ بات مقدر فرمادی کہ وہ زمین میں جئیں گے یہیں مریں گے اور یہیں سے نکالے جائیں گے اور تمام انسانوں کو اللہ تعالی نے تغیر و تبدل کا محل بنایا ہے۔

اسی لیے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بیمار بھی ہوئے، آپ کو تکلیف بھی ہوئی، سردی گرمی بھی لگی، بھوک پیاس انہوں نے محسوس کی، غصہ وپریشانی بھی آپ کو لاحق ہوئی، آپ کو تھکن ودشواری بھی محسوس ہوئی، آپ کو کمزوری اور بڑھاپے نے بھی چھوا، کفار کے آپ کو زخمی کرنے پر آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے،۔۔۔۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی تکالیف کی مزید چند مثالیں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والصلوۃ والسلام کہ وہ تکالیف میں بھی مبتلاء ہوئے اور ان کو عافیت سے بھی نوازا گیا اور یہ حق تعالیٰ کی کمال حکمت تھی تا کہ ان مقامات میں ان حضرات کا شرف ظاہر ہو اور ان کا معاملہ واضح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی بات ان کے حق میں پوری ہو جائے اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بشریت کو ثابت کر دے، اور امت کے کمزور ایمان والوں کو ان کے بارے میں جو مغالطہ (غلط فہمی) ہو سکتا تھا وہ ختم ہو جائے تا کہ ان عجائبات کی وجہ سے جو ان حضرات کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں یہ کمزور ایمان والے گمراہ نہ ہو جائیں جس طرح نصاری حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں گمراہ ہوئے (ان کو اللہ تعالی کا بیٹا بنادیا)۔"

3- آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا انسان ہونا اور اپنے لیے انسانی عوارض (مثلاً بھولنا، یاد رکھنا، غصہ ہونا، خوش ہونا، آنسو بہنا، خوفزدہ ہونا، بھوک پیاس کا لگنا، نکاح کرنا، غسل فرض ہونا وغیرہ) کے ثابت ہونے کا اقرار واظہار کیا اور کوئی عار محسوس نہیں کی۔

«صحيح مسلم»:

«اللهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ، يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ، أَوْ سَبَبْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً، وَقُرْبَةً، تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

(صحيح: كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ ﷺ، أَوْ سَبَّهُ، رقم:2601، (2008/4)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اے اللہ! بیشک محمد ایک انسان ہی ہے، وہ ایسے ہی غصہ ہوتا ہے جس طرح ایک انسان غصہ ہوتا ہے، اور بیشک میں آپ سے عہد کرتا ہوں اور آپ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتے، جس مومن کو میں تکلیف دوں یا اس کو برا کہوں یا اسے سزا دوں تو آپ اسے (میرے اس کہنے کو) اس کے لئے کفارہ، اور ایسے قرب کا ذریعہ بنادیں جس کے باعث وہ قیامت کے دن آپ کے قریب ہو جائے۔

«الطبقات الكبرى ط العلمية»:

«فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَبْكِي وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ! قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَخْشَعُ الْقَلْبُ وَلا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ. وَاللَّهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ! وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا. وَقَالَ: إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ»

(صحيح: ذِكْرُ أَوْلادِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذكر إبراهيم بن رَسُولِ اللَّهِ. ﷺ، (114/1)

ترجمہ: (آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراھیم رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کے موقع پر جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سے آنسو بہے تو بعض صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے کہا) اے اللہ کے رسول! آپ بھی روتے ہیں جبکہ

آپ تو اللہ کے رسول ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک میں بھی انسان ہوں میری آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوتے ہیں، اور دل ڈرتا ہے، اور ہم ایسی بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہو، اے ابراہیم! اللہ کی قسم ہم آپ کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔

«صحيح مسلم»:
«فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» قَالُوا: صَلَّيْتَ خَمْسًا، قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَذْكُرُ كَمَا تَذْكُرُونَ وَأَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ» ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ»
(صحيح: مسلم: كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ، بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلَاةِ وَالسُّجُودِ لَهُ، رقم:572، (402/1)

ترجمہ: ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں زیادتی ہوگئی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ ہم نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعات پڑھادی ہیں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں میں بھی اسی طرح یاد کرتا ہوں جس طرح تم یاد کرتے ہو اور میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھول جاتے ہو پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے بھولنے کے دو سجدے کئے۔

«سنن أبي داود ت محيي الدين عبد الحميد»:
«قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا».
(صحيح: سنن أبي داود: كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُصَلِّ بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ، رقم:234، (60/1)

ترجمہ: "جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: میں بھی انسان ہی ہوں، میں جنبی تھا"۔

(ایک دفعہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ اولہ وسلم نے بھول کر جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی پھر نماز کے بعد یاد آنے پر اس بات کا اظہار کیا اور پھر غسل کے بعد نماز کا اعادہ کروایا، بعض روایات میں آتا ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم لوٹ گئے تھے اور غسل فرما کر تشریف لائے تھے۔)

«صحيح مسلم»:
«فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»
(صحيح: كِتَابُ النِّكَاحِ،بَابُ اسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ إِلَيْهِ،.........،رقم:1401، (1020/2)

4- انہی عوارض انسانی میں سے ایک جادو سے متاثر ہونا بھی ہے جب ہی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر جادو نے اثر کیا۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَحَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، يُقَالُ لَهُ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ»
(صحيح: بخاري: كِتَابُ الطِّبِّ، بَابُ السِّحْرِ، رقم:5763، (136/7)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بیان کیا کہ بنی زریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے (بعض دنیوی معاملات میں) نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور ان سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اگرچہ انسان و بشر

تھے، ان میں انسانوں والی تمام ذاتی خصوصیات، عوارض اور احساسات تھے لیکن یاد رہے کہ انسان کی جتنی بھی سفلی اور بری خصلتیں ہیں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان تمام رذائل اور بداخلاقیوں سے پاک ومبرا تھے بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والصلوۃ والسلام حسن اخلاق کے اعلی معیار پر ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ تعالی ان کو عام انسانوں سے زیادہ کچھ الگ خصوصیات عطا فرماتے ہیں۔

اس لیے یہ سمجھنا کہ اگر ان کے ندر انسان کی ذاتی خصوصیات وعوارض ہوں تو یہ ان کے لیے عیب ہے ان کی توہین ہے تو یہ سوچ خود غلط ہے، اسی طرح ان کو ایک عام انسان کی طرح سمجھنا بھی غلط ہے اس لیے کہ ان میں بہت سی خصوصیات عام انسانوں سے الگ ہیں۔

☆تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والصلوۃ والسلام اللہ تعالی کے پسندیدہ وچنے ہوئے افراد ہوتے ہیں جن پر وحی نازل کی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ [آل عمران: 179]

ترجمہ: اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ (براہ راست) تمہیں غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں جسے چاہے چن لیتا ہے لہذا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ [النساء: 163]

بیشک ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح اور اس کے بعد دوسرے پیغمبر کی طرف۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ [الأنبياء: 73]

اور ہم نے انھیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے اور ہم نے انھیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے۔

☆کسی نبی ورسول علیہ الصلوۃ والسلام کو عام انسانوں کی طرح آواز دیکر بلانا یا مخاطب کرنا جائز نہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ [النور: 63]

ترجمہ: رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمہارے بعض، (آپس میں دوسرے) بعض کو بلاتے ہیں۔

☆جب نیک وبد افراد کا دنیا آخرت میں ایک جیسا معاملہ نہیں ہے تو انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام اور غیر انبیاء کا معاملہ ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ [الجاثية: 21]

ترجمہ: کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کردیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہو گا؟ وہ بہت ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

☆رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ عالی اخلاق والے تھے، اسی لیے آپ کا مرتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [القلم: 4]

اور بلاشبہ یقینا آپ اخلاق کے اعلی درجے پر ہیں۔

☆نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ اپنے پیچھے کی طرف سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح آگے کی طرف سے دیکھتے تھے۔

«صحيح البخاري ط السلطانية»:

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً، ثُمَّ رَقِيَ المِنْبَرَ، فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوعِ:إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ»

(صحيح: كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ عِظَةِ الإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ، وَذِكْرِ القِبْلَةِ، رقم:419، (1/ 91)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے، پھر نماز کے بارے میں اور رکوع کے بارے میں فرمایا: میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔

چوتھا مقدمہ:

کسی بھی معاملے میں چاہے وہ عقیدہ ہو یا عبادت، قول ہو یا فعل، مسئلہ ہو یا رویہ دو انتہائیں ہوتی ہیں' ایک کو اِفراط اور غلو کہتے ہیں اور دوسری کو تفریط و تنقیص کہتے ہیں۔

اِفْرَاط کے معنی ہیں: حد سے تجاوز کرنا، کسی کے مقام کو بیان کرنے میں مبالغہ کرنا۔

تَفْرِیط کے معنی ہیں: کمی کرنا، کسی کو اس کے مرتبے سے گرانا۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر دین کے معاملے میں زیادتی (غلو) کو برا نہیں سمجھا جاتا توحید ہو یا رسالت، عقائد ہوں یا اعمال ہم غلو کو برا نہیں سمجھتے جبکہ اسلام ہمیں جس طرح کسی کی شان میں کمی کرنے سے منع کرتا ہے اسی طرح مقررہ حد سے زیادہ شان بڑھانے سے بھی سختی سے منع کرتا ہے، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صاف الفاظ میں غلو کرنے سے روکا ہے۔

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ [النساء: 171]

ترجمہ: اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو (غلو مت کرو) اور اللہ کی شان میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو

قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ غَيۡرَ ٱلۡحَقِّ [المائدة: 77]

ترجمہ: کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو۔

اگرچہ اس آیت میں خاص عیسائیوں کا ذکر ہے مگر یہ حکم ہر قوم و مذہب والوں کے لیے عام ہے۔

«تفسير الماتريدي = تأويلات أهل السنة»:

«الخطاب بقوله:يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ في حقيقة المعنى للخلق كلهم؛لأن على كل الخلائق ألايغلوافي دينهم»

(سُورَةُ النِّسَاءِ، آیت :171، (3/ 425)

غلو کے لغوی معنی ہیں حدِ اعتدال سے تجاوز کرنا، افراط و تفریط کرنا اور کسی کے مقام و مرتبہ میں کمی و بیشی کرنا۔

«غريب القرآن لابن قتيبة ت أحمد صقر»:

«{لا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ} أي لا تفرطوا فيه. يقال: دين الله بين المُقَصِّر والغالي. وغَلا في القول: إذا جاوز المِقْدَار.»

(سوة النساء: أية:171، (ص137)

«تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير»:
«وَالْغُلُوُّ نَقِيضُ التَّقْصِيرِ. وَمَعْنَاهُ الْخُرُوجُ عَنِ الْحَدِّ، وَذَلِكَ لِأَنَّ الْحَقَّ بَيْنَ طَرَفَيِ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ، وَدِينَ اللَّهِ بَيْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّقْصِيرِ» (سورة المائدة (5): آية 77، (12/ 411)

«تفسير القرطبي = الجامع لأحكام القرآن»:
«قَوْلُهُ تَعَالَى: (يَا أَهْلَ الْكِتابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ) نَهْيٌ عَنِ الْغُلُوِّ. وَالْغُلُوُّ التَّجَاوُزُ فِي الْحَدِّ، .... ذَكَرَهُ الْمُفَسِّرُونَ غُلُوَّ الْيَهُودِ فِي عِيسَى حَتَّى قَذَفُوا مَرْيَمَ، وَغُلُوَّ النَّصَارَى فِيهِ حَتَّى جَعَلُوهُ رَبًّا، فَالْإِفْرَاطُ وَالتَّقْصِيرُ كُلُّهُ سَيِّئَةٌ وَكُفْرٌ، وَلِذَلِكَ قَالَ مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: الْحَسَنَةُ بَيْنَ سَيِّئَتَيْنِ»
(سورة النساء (4): آية 171، (6/ 21)

«تفسير القرطبي = الجامع لأحكام القرآن»:
«قَوْلُهُ تَعَالَى: (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ) أَيْ لَا تُفْرِّطُوا كَمَا أَفْرَطَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فِي عِيسَى، غُلُوُّ الْيَهُودِ قَوْلُهُمْ فِي عِيسَى، لَيْسَ وَلَدَ رِشْدَةٍ، وَغُلُوُّ النَّصَارَى قَوْلُهُمْ: إِنَّهُ إِلَهٌ. وَالْغُلُوُّ مُجَاوَزَةُ الْحَدِّ، وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي (النِّسَاءِ) بَيَانُهُ.»
(سورة المائدة (5): آية 77، (6/ 252)

«أحكام القرآن لابن العربي ط العلمية»:
«الْأُولَى: نَهَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ الْغُلُوِّ فِي الدِّينِ مِنْ طَرِيقَيْهِ: فِي التَّوْحِيدِ، وَفِي الْعَمَلِ؛ فَغُلُوُّهُمْ فِي التَّوْحِيدِ نِسْبَتُهُمْ لَهُ الْوَلَدَ سُبْحَانَهُ، وَغُلُوُّهُمْ فِي الْعَمَلِ مَا ابْتَدَعُوهُ مِنْ الرَّهْبَانِيَّةِ فِي التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ وَالْعِبَادَةِ وَالتَّكْلِيفِ. وَقَالَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ». وَهَذَا صَحِيحٌ لَا كَلَامَ فِيهِ، وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصِّحَاحِ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - سَمِعَ امْرَأَةً مِنْ اللَّيْلِ تُصَلِّي، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قِيلَ: الْحَوْلَاءُ بِنْتُ تُوَيْتٍ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ كُلَّهُ. فَكَرِهَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَتَّى عُرِفَتْ الْكَرَاهِيَةُ فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: إنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، اكْلَفُوا مِنْ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ»
(سورة المائدة، الْآيَة التَّاسِعَة عَشْرَة(19)، (2/ 141)

«إغاثة اللهفان في مصايد الشيطان ت الفقي»:
«فنهى النبى صلى الله عليه وآله وسلم عن التشديد فى الدين، وذلك بالزيادة على المشروع، وأخبر أن تشديد العبد على نفسه هو السبب لتشديد الله عليه، إما بالقدر، وإما بالشرع.
فالتشديد بالشرع: كما يشدد على نفسه بالنذر الثقيل، فيلزمه الوفاء به، وبالقدر كفعل أهل الوسواس. فإنهم شددوا على أنفسهم فشدد عليهم القدر، حتى استحكم ذلك وصار صفة لازمة لهم»
(الباب الثالث عشر: في مكايد الشيطان التي يكيد بها ابن آدم، (1/ 132)

ترجمہ: شریعت میں جو بات مقرر کر دی گئی ہے اس پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ اگر از خود اپنے آپ پر سختی کا سبب بنے گا مثلا جو لوگ وضو یا غسل کے مسئلہ میں وسوسوں کا شکار رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں بے پناہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور وضو و غسل میں اس طرح مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ ان کا وضو اور غسل کبھی مکمل ہوتا ہی نہیں۔ شرعی طور پر سختی کی مثال انسان کا کسی کام کے لئے نذر ماننا ہے، نذر مان کر انسان خود اپنے آپ ہی کو سختی میں مبتلا کر لیتا ہے کہ شرعا نذر کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

«مسند أبي يعلى ت حسين سليم أسد »:
« كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشُدِّدَ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارَاتِ. {رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ} [الحديد: 27]»
(حسن، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَبُو سُفْيَانَ عَنْ أَنَسٍ، رقم:3694، (6/ 365)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی جانوں پر سختی مت کرو ورنہ اللہ تم پر سختی لازم کر دیگا، اس لیے کہ یقیناً کچھ لوگوں نے اپنے اوپر سختی لازم کی تو ان کے اوپر سختی لازم کر دی گئی، عیسائیوں کے گرجاگھروں میں انہی لوگوں کے باقی لوگ موجود ہیں۔

☆حدیث شریف میں بھی دین میں غلو کرنے سے روکا گیا ہے بلکہ دین میں غلو کو پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب بتلایا گیا ہے۔

«سنن ابن ماجه ت الأرنؤوط»:

«عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... ثُمَّ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّما أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ"»

(صحيح: أَبْوَابُ الْمَنَاسِكِ، بَابُ قَدْرِ حَصَى الرَّمْيِ، رقم:3029، (4/ 228)

ترجمہ: اے لوگو! دین میں غلو کرنے سے بچو کیونکہ یقیناً تم سے پہلے لوگ کو دین میں غلو کرنے نے ہلاک کر دیا تھا۔

«صحيح البخاري ط السلطانية»:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»

(كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابٌ: الدِّينُ يُسْرٌ، رقم:39، (1/ 16)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی پھر وہ عمل سے عاجز ہو جائے گا) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو۔

«مطالع الأنوار على صحاح الآثار»:

«قوله: "لَنْ يُشَادَّ الدِّينَ إِلَّا غَلَبَهُ"يقال: شاده يشاده إذا غلبه فهو مفاعلة من الشدة، المراد بذلك التعمق في الدين والغلو فيه.»

(حرف الشين، الشين مع الدال، (6/ 22)

" يُشَادَّ "کا معنی دین میں تعمُّق و غلو کرنا ہے۔

«فتح الباري لابن حجر»:

«قَالَ بن الْمُنِيرِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَلَمٌ مِنْ أَعْلَامِ النُّبُوَّةِ فَقَدْ رَأَيْنَا وَرَأَى النَّاسُ قَبْلَنَا أَنَّ كُلَّ مُتَنَطِّعٍ فِي الدِّينِ يَنْقَطِعُ وَلَيْسَ الْمُرَادُ مَنْعَ طَلَبِ الْأَكْمَلِ فِي الْعِبَادَةِ فَإِنَّهُ مِنَ الْأُمُورِ الْمَحْمُودَةِ بَلْ مَنْعُ الْإِفْرَاطِ الْمُؤَدِّي إِلَى الْمَلَالِ أَوِ الْمُبَالَغَةِ فِي التَّطَوُّعِ الْمُفْضِي۔إِلَى تَرْكِ الْأَفْضَلِ أَوْ إِخْرَاجِ الْفَرْضِ عَنْ وَقْتِهِ كَمَنْ بَاتَ يُصَلِّي اللَّيْلَ كُلَّهُ وَيُغَالِبُ النَّوْمَ إِلَى أَنْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ فَنَامَ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ فِي الْجَمَاعَةِ أَوْ إِلَى أَنْ خَرَجَ الْوَقْتُ الْمُخْتَارُ أَوْ إِلَى أَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَخَرَجَ وَقْتُ الْفَرِيضَةِ»

(كِتَابُ الْإِيمَانِ، قَوْلُهُ بَابُ الدِّينِ يُسْرٌ، (1/ 94)

ترجمہ: ہم نے اور ہم سے پہلے لوگوں نے بھی یہ دیکھا ہے کہ جو شخص دین میں غلو سے کام لیتا ہے وہ حقیقت میں دین سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ بات ممنوع نہیں ہے کہ عبادت کے سلسلہ میں کامل انداز کو اختیار کیا جائے کیونکہ یہ بات تو دین میں انتہائی قابل تعریف ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ ایسا افراط اختیار کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ انسان اکتا جائے اور پھر اس عبادت کو انجام ہی نہ دے سکے یا وہ نفل عبادت ہی میں ایسا مبالغہ کرے کہ فرض عبادت ترک ہو جائے یا فرض عبادت کا وقت ہی ختم ہو جائے۔ مثلاً ایک شخص ساری رات تہجد گزاری اور شب بیداری میں گزارے اور پھر رات کے آخری حصہ میں اس پر نیند کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ

نمازِ فجر باجماعت ادا نہ کرسکے یا وہ بیدار ہی طلوع آفتاب کے بعد ہو تو نفلی عبادت میں ایسا مبالغہ شریعت میں ممنوع ہے، جس سے فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو۔

غلو کرنے والے ہلاک ہونگے اور شفاعتِ نبوی سے بھی محروم ہونگے:

«الترغيب والترهيب لقوام السنة»:
«قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي ولن أشفع لهما ولن يدخلا في شفاعتي: سلطان غشوم عسوف، وغال مارق في الدين.»
(باب في الترهيب من الظلم، فصل، رقم:2105، (3/ 76)

ترجمہ؛میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں، جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، ظالم اور غاصب بادشاہ اور دین میں غلو کرنے والے لوگ۔

«صحيح مسلم - ت عبد الباقي»:
«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا
[ش (هلك المتنطعون) أي المتعمقون الغالون المجاوزون الحدود في أقوالهم وأفعالهم] »
(كتاب الْعِلْمِ، بَابُ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ، رقم:2670، (2055/4)

"غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔"

" اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ "ان لوگوں کو کہتے ہیں جو حدِ اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے اقوال وافعال میں بے حد مبالغہ اور غلو سے کام لیں۔

«فتح المجيد شرح كتاب التوحيد»:
«قال شيخ الإسلام: هذا عام في جميع أنواع الغلو في الاعتقادات والأعمال»
(باب: "ما جاء أن سبب كفر بني آدم وتركهم دينهم هو الغلو في الصالحين"، (ص:227)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعریف، ذات وصفات میں بھی مبالغہ آرائی سے منع کیا ہے:

انسانی کمزوریوں، عوارض اور بَشَری تقاضوں کے باوجود آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا اپنے کردار واخلاق کو سوارنا اور اللہ تعالی کی کامل اطاعت وفرمابرداری کرنا اور اللہ تعالی کی محبت میں فنا ہوجانا ہی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو سب سے افضل بناتا ہے۔

چونکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں اس لیے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تعظیم وتکریم کے بھی سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

لیکن یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ جو انسان اعلی ترین صفات کا حامل ہو اس کے بارے میں بہت سے لوگ افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں، اسی بے اعتدالی کے پیشِ نظر خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بہت تاکید اور سختی سے اپنی مدح وسرائی، تعریف وتوصیف میں مبالغہ آرائی سے روکا ہے۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ عَلَى المِنْبَرِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُطْرُونِي، كَمَا أَطْرَتْ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ، وَرَسُولُهُ»
(صحيح: كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ {وَاذْكُرْ فِي الكِتَابِ مَرْيَمَ......}، رقم:3445، (167/4)

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ(میری مدح سرائی اور تعریف میں مبالغہ

نہ کرو) جیسے نصاری (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام (کی تعریف میں مبالغہ کرکے ان) کو ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے (اور اللہ کے برابر کردیا)، بلاشبہ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے (میرے متعلق) یہی کہا کرو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

«مسند أحمد ـ ط الرسالة »:

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا مُحَمَّدُ يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ "»

(صحيح: مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ ، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، رقم:12551، (20/ 23)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے کہا: اے محمد! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے، اے ہمارے خیر اور ہمارے خیر کے بیٹے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! (بولنے اور ہر عمل میں) اپنے تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم کو بہکا نہ دے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے بڑھا چڑھا کر بیان کرو جو مجھے اللہ عَزَّ وجل نے دیا ہے۔

پانچواں مقدمہ:

اللہ رب العزت سبحانہ وتعالی اس ساری کائنات کے اکیلے خالق ومالک ہیں باقی ساری کائنات اور مخلوق اللہ رب العزت کی محتاج ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝١٠٢ [الأنعام: 102]

ترجمہ: یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٨٨ [القصص: 88]

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس (اللہ) کا چہرہ (یعنی ذات)، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝١٥ [فاطر: 15]

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ ہی کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پرواہ، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

مخلوق کے سایہ کا ثبوت:

مخلوق نورانی ہو یا غیر نورانی ہر ایک کا سایہ ہوتا ہے اور اپنے خالق ومالک اللہ تعالی رب العلمین کے آگے سجدہ کرتا ہے۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝١٥ [الرعد: 15]

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے، خوشی اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝٤٨ [النحل: 48]

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے جھکتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔

☆سایہ تو ہر چیز کا ہوتا ہے مگر اس کی حقیقت اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے بعض چیزوں کے سایے ہم دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں بعض کے نہیں جیسے اللہ تعالی کی تسبیح تو ہر شئ کرتی ہے مگر ہم ان کی تسبیح کی حقیقت نہیں سمجھتے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ [الإسراء: 44]

ترجمہ: اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

ایک سوال کا جواب:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

پہلی بات تو یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نور نہیں بشر تھے جیسا کہ بہت تفصیل سے پہلے ثابت ہو چکا۔

دوسری بات یہ کہ یہ دعوی خود باطل ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نورانی مخلوق کا بھی سایہ ہوتا ہے، بلکہ سایہ تو اللہ تعالی کا بھی ہے لیکن ظاہر ہے اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا بلکہ جہاں بھی اللہ تعالی کی ایسی صفات بیان ہوئی ہیں جو مخلوق کی صفات سے مشابہ ہیں تو ان صفات کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ یہ صفت اللہ تعالی کی شان کے مطابق اللہ تعالی کے لیے ثابت ہے، اپنی طرف سے اس کی کیفیت بیان کرنا یا اس صفت کو مخلوق کی صفت کی طرح سمجھنا جائز نہیں سخت گناہ و منع ہے۔

☆ صحیح احادیث میں اللہ تعالی کے سایہ کا ذکر ہے۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ.»

(صحيح: كِتَابُ الأَذَانِ، بابُ مَنْ جَلَسَ فِي المَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ المَسَاجِدِ، رقم:660، (1/ 133)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔

یہاں یہ اشکال بالکل بے جا ہے کہ جب اللہ تعالی کا سایہ ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ یا اللہ تعالی کا سایہ کیسا ہے؟

اس لیے کہ یہ مُتَشَابِھَات میں سے ہے جس کے بارے میں بحث مباحثہ کرنا منع ہے دوسری بات یہ کہ اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنا جائز نہیں کیونکہ خود اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا ہے کہ کوئی مخلوق بھی اللہ تعالی کی ذات یا صفات میں مشابہ نہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ [الشورى: 11]

ترجمہ: کوئی چیز ذات وصفات میں اس کی مثل نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالی کی صفات کے بارے میں متقدمین کا مسلک:

«العرش وما روي فيه»:

«والسلف يقولون: إن معنى هذا الاستواء الوارد في الكتاب والسنة معلوم في اللغة العربية، كما قال ربيعة بن

عبد الرحمن، والإمام مالك: "الاســتواء معلوم، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والســؤال عنه بدعة"
فقولهم: "الاستواء معلوم"، أي: أن معنى الاستواء معلوم في اللغة، وهو ههنا بمعنى العلو والارتفاع.»
(الباب الثالث:الکلام علی صفتی العلو والاستواء، الفصل الثانی، المحث الثانی: اقوال المثبتة الاستواء، (ص:183)

«تفسير الماتريدي = تأويلات أهل السنة»:
«والحق أن السلف آمنوا بهذه الصفات دون تأويل، وما أدق عبارة الإمام مالك بن أنس في الإنباء عن منهج السلف في فهم الصفات حين سئل عن الاستواء فقال: " الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة ".»
(الباب الثالث، الفصل الثانی، المذاهب الاعتقادية، التوحيد، رأي المعتزلة في الصفات، (1/ 137)

ترجمہ: اور حق بات یہ ہے کہ سَلَف صالحین اُن صفات کو بغیر تاویل کے مانتے تھے، امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالی کی بات کس قدر صحیح ہے، جب صفات باری تعالی کے بارے میں سلف صالحین کے مَنْہج (طریقے) کو سمجھنے کے لیے ان سے اللہ تعالی کے عرش پر اِسْتواء کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: "استواء تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت مجہول (نامعلوم) ہے، اور اُس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس بارے میں سوال کرنا بدعت (حرام) ہے۔"

نورانی مخلوق (فرشتوں) کے سایہ کا ثبوت:

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
قَالَ: «فَلِمَ تَبْكِي؟ أَوْ لَا تَبْكِي، فَمَا زَالَتِ المَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ»
(صحيح: كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى المَيِّتِ، رقم:1293، (81/2)

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں روتی ہو؟ یا یہ فرمایا کہ مت روؤ! پس فرشتے برابر ان پر اپنے پروں سے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔

کیا کسی چیز کا سایہ ہونا عیب ہے؟

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ سایہ ہونا عیب ہے اسی لیے اس معاملے میں وہ صرف سایہ نہیں کہتے بلکہ تاریک سایہ یا کالا سایہ کہتے ہیں، اس لفظ کو واضح کرکے لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ "کیا نبی کا تاریک سایہ/کالا سایہ ہو سکتا ہے؟"
واضح رہے کہ کسی چیز کا سایہ ہونا اس کا عیب نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو اپنی نعمتیں بتاتے ہوئے چیزوں کے سایہ ہونے کو بھی بتایا ہے، اگر سایہ عیب ہوتا تو اللہ تعالی اس کو اپنی نعمتوں میں شمار کیوں کرتے، اگر سایہ عیب ہوتا تو جنت میں سایہ نہیں ہوتا جبکہ جنت میں بھی سایہ ہوگا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا [النحل: 81]

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لیے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیں، سائے بنا دیے۔

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ [النساء: 57]

ترجمہ: اور ہم انھیں (مسلمانوں کو جنت کے) بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ [الرعد: 35]

ترجمہ: (جنت کی صفت یہ ہے کہ) اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ بھی (ہمیشہ رہنے والا ہے)۔

بادلوں کا سایہ کرنا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر ہمیشہ بادل سایہ کیے رہتے تھے جبکہ یہ بات بھی بلا دلیل ہے، اس لیے کہ بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے سفر میں بادل کی ایک ٹکڑی نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا تھا، اس حدیث میں ہے کہ "جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے۔"

اس سے پتا چلا کہ اگرچہ بعض دفعہ بادل بھی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتے تھے لیکن یہ ہمیشہ نہیں ہوتا تھا۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ، قَالَ: " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ العَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ، فَنَادَانِي مَلَكُ الجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ، ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا "»
(صحيح: كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ وَالمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ، -----رقم:3231، (4/ 115)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہانے فرماتی ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے (اسلام کو قبول نہیں کیا اور) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ والسلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالی ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«عَنِ البَرَاءِ، قَالَ: اشْتَرَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَازِبٍ: مُرِ البَرَاءَ فَلْيَحْمِلْ إِلَيَّ رَحْلِي، فَقَالَ عَازِبٌ: لَا، حَتَّى تُحَدِّثَنَا: كَيْفَ صَنَعْتَ أَنْتَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَكَّةَ، وَالمُشْرِكُونَ يَطْلُبُونَكُمْ؟ قَالَ: ارْتَحَلْنَا مِنْ مَكَّةَ، فَأَحْيَيْنَا، أَوْ: سَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتَّى

أَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ، فَرَمَيْتُ بِبَصَرِي هَلْ أَرَى مِنْ ظِلٍّ فَآوِيَ إِلَيْهِ، فَإِذَا صَخْرَةٌ أَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَهَا فَسَوَّيْتُهُ، ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُ: اضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ»
(صحيح: كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، بَابُ مَنَاقِبِ المُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ، رقم:3652، (5/ 3)

ترجمہ: براء رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے (ان کے والد) عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک پالان تیرہ درہم میں خریدا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ براء (اپنے بیٹے) سے کہو کہ وہ میرے گھر یہ پالان اٹھا کر پہنچا دیں اس پر عازب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک آپ وہ واقعہ بیان نہ کریں کہ آپ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم (مکہ سے ہجرت کرنے کے لیے) کس طرح نکلے تھے حالانکہ مشرکین آپ دونوں کو تلاش بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مکہ سے نکلنے کے بعد ہم رات بھر چلتے رہے اور دن میں بھی سفر جاری رکھا۔ لیکن جب دوپہر ہو گئی تو میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آ جائے اور ہم اس میں کچھ آرام کر سکیں۔ آخر ایک چٹان دکھائی دی اور میں نے اس کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ سایہ ہے۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک فرش وہاں بچھا دیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اب آرام فرمائیں۔ چنانچہ آپ لیٹ گئے۔

آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ پڑتی تھی:

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«يُحَيِّي أَبَا بَكْرٍ، حَتَّى أَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهِ، فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ»
(صحيح: كتاب مناقب الأنصار، بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ والسلام وَأَصْحَابِهِ إِلَى المَدِينَةِ، رقم:3906، (5/ 61)

ترجمہ: انصار کے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ ہی کو سلام کر رہے تھے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ پڑنے لگی تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی چادر سے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا۔ اُس وقت سب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا۔

«صحيح البخاري - ط السلطانية»:
«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ، فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ القَائِلَةُ، وَهُوَ فِي وَادٍ كَثِيرِ العِضَاهِ، فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ، »
(صحيح: كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ غَزْوَةِ بَنِي المُصْطَلِقِ، مِنْ خُزَاعَةَ، وَهِيَ غَزْوَةُ المُرَيْسِيعِ، رقم:4139، (5/ 116)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کے لیے گئے۔ جب دوپہر کو قیلولہ کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنگل میں پڑاؤ کیا جہاں ببول کے درخت بہت تھے۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے سایہ کے لیے قیام کیا اور درخت سے اپنی تلوار لٹکا دی۔ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم بھی درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے۔

«الكنى والأسماء للدولابي»:
«عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَرَفَعُوا عَلَيْهِ مُلَاءَةً يُظِلُّونَهُ مِنَ الشَّمْسِ فَقَالَ: «لَا تَرْفَعُونِي إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ»
(مَنْ كُنْيَتُهُ أَبُو يَزِيدَ أَبُو يَزِيدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، رقم:2068، (3/1181)

ترجمہ: عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت میں

تھے، چنانچہ اُنہوں نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر ایک کمبل اٹھایا تاکہ اُن پر دھوپ سے سایہ ہو، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شان زیادہ نہ بڑھاؤ میں بھی تم جیسا انسان ہوں۔

سایہ کا ثبوت:

ان مقدمات کے بعد اب اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ بہت سی صحیح وصریح احادیث سے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہونا ثابت ہوتا ہے ان میں سے چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ حدیث کی کئی کتب میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ یہ حدیث ہے: امی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ زینب اور سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالی عنہما ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس ایک اونٹ تھا اور وہ بیمار ہو گیا جب کہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس ایک اضافی اونٹ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم ایک زائد اونٹ صفیہ کو دے دو۔" تو انہوں نے کہا: "میں اس یہودیہ کو کیوں دوں" اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے۔ تقریبا تین ماہ تک زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس نہیں گئے حتیٰ کہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا نے مایوس ہو کر اپنا سامان باندھ لیا، سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: "میں دوپہر کے وقت بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک دیکھتی ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ آ رہا تھا۔"

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے ایک سایہ دیکھا، تو میں نے سوچا یقیناً یہ تو کسی آدمی کا سایہ ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تو میرے پاس تشریف لائے نہیں تو یہ کس آدمی کا سایہ ہے؟ پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔

«الطبقات الكبرى ط العلمية»:
«عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم كَانَ فِي سَفَرٍ فَاعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ وَفِي إِبِلِ زَيْنَبَ فَضْلٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: إِنَّ بَعِيرًا لِصَفِيَّةَ اعْتَلَّ فَلَوْ أَعْطَيْتِهَا بَعِيرًا مِنْ إِبِلِكِ.فَقَالَتْ: أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ! فَتَرَكَهَا رَسُولُ اللَّهِ ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلاثَةً لا يَأْتِيهَا. قَالَتْ: حَتَّى يَئِسْتُ مِنْهُ وحولت سريري. قال: فبينما أنا يوما منصف النَّهَارِ إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلا»
(صحيح: ذِكْرُ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللَّهِ- صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ(100/8)

«مسند أحمد ط الرسالة»:
«عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ، فَاعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ، وَفِي إِبِلِ زَيْنَبَ فَضْلٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ بَعِيرًا لِصَفِيَّةَ اعْتَلَّ، فَلَوْ أَعْطَيْتِهَا بَعِيرًا مِنْ إِبِلِكِ، فَقَالَتْ: أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ، قَالَ: فَتَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ شَهْرَيْنِ، أَوْ ثَلَاثَةً، لَا يَأْتِيهَا، قَالَتْ: حَتَّى يَئِسْتُ مِنْهُ، وَحَوَّلْتُ سَرِيرِي، قَالَتْ: فَبَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ، إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلٌ، قَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنِيهِ حَمَّادٌ، عَنْ شُمَيْسَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يُحَدِّثُهُ عَنْ شُمَيْسَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقَالَ: بَعْدُ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، قَالَ: " وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا قَالَ: فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ "
(صحيح: مسند النساء، مُسْنَدُ الصِّدِّيقَةِ عَائِشَةَ بِنْتِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، رقم:25002، 462/41)

«مسند أحمد ط الرسالة»:
«..................... فَلَمَّا كَانَ شَهْرُ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ، دَخَلَ عَلَيْهَا، فَرَأَتْ ظِلَّهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ هَذَا لَظِلُّ رَجُلٍ، وَمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ هَذَا؟ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ حِينَ دَخَلْتَ عَلَيَّ؟ قَالَتْ: وَكَانَتْ لَهَا جَارِيَةٌ، وَكَانَتْ تَخْبَؤُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَقَالَتْ: فُلَانَةُ لَكَ، فَمَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَرِيرِ زَيْنَبَ، وَكَانَ قَدْ رُفِعَ، فَوَضَعَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَصَابَ أَهْلَهُ، وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔»

(صحيح: مسند النساء، حَدِيثُ صَفِيَّةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، رقم:26866، (44/ 435)

اس حدیث کے بارے میں بعض علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں ایک راویہ سُمیہ مجہول ہیں، لیکن یہ بات درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کی راویہ سمیہ نہیں بلکہ شُمَیْسَہ ہیں جو کہ ثقہ ہیں جیسا کہ شیخ البانی نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالی کا قول نقل کیا ہے، اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔

«سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها» (ترجمه:3205، (7/ 6-624):

«ثم روى بسنده عن عثمان بن سعيدقال:سألت يحيى بن معين.قلت:شُمَيْسَةُ؟قال:"ثقة"......وجملة القول:أن"شُمَيْسَةُ" هذه ثقة،بخلاف سمية،فهي مجهولة،وكلاهما تابعية بصرية تروي عن عائشة، فإن كانتا واحدة فالحديث صحيح.»

ایک اشکال کا جواب:

بعض لوگ سایہ کے ثبوت والی حدیث پر یہ اِشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں سایہ سے ذات مراد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد کی ایک صحیح روایت میں "إِنَّ هَذَا لَظِلُّ رَجُلٍ" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ہے: یہ تو کسی آدمی کا سایہ ہے۔ یہاں سایہ اور انسان الگ الگ ذکر ہوئے ہیں تو پتا چلا کہ یہاں سایہ سے مراد سایہ ہی ہے ذات نہیں۔

دوسری بات یہ کہ اگر یہاں سایہ سے مراد ذات ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو بھی نہیں پہچان پائیں؟ جبکہ ایسا نہیں تھا وہ تو پہلے سے پہچانتی تھیں۔

حدیث میں آگے آیا ہے کہ پھر جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس تشریف لائے تو فوراً پہچان لیا معلوم ہوا کہ ان احادیث میں سایہ ہی مراد ہے۔

«مسند أحمد ط الرسالة»:

«.................... فَلَمَّا كَانَ شَهْرُ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ، دَخَلَ عَلَيْهَا، فَرَأَتْ ظِلَّهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ هَذَا لَظِلُّ رَجُلٍ، وَمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ هَذَا؟ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ حِينَ دَخَلْتَ عَلَيَّ؟ ...... »

(صحيح: مسند النساء، حَدِيثُ صَفِيَّةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، رقم:26866، (44/ 435)

ترجمہ: جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، تو انہوں نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ دیکھا، وہ سوچنے لگیں کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آنے والے نہیں تو یہ سایہ کس کا ہے؟ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم گھر کے اندر آگئے، حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول خوشی سے مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ آپ کی تشریف آوری پر کیا کروں؟

☆ یہ حدیث بھی کئی کتب میں موجود ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ایک صبح ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز ہی کی حالت میں اچانک آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، مگر پھر جلدی ہی پیچھے ہٹا لیا، نماز کے بعد ہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! آج آپ نے خلاف معمول نماز میں ایک ایسا عمل کیا جو پہلے نہیں کیا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیشک میں نے جنت دیکھی وہ مجھ پر پیش کی گئی تھی، اور میں نے اس میں ایک ٹہنی تھی جس کے میوے قریب تھے، اس کے دانے

مٹکے کے برابر تھے، تو میرے جی میں آیا کہ اس میں سے کچھ اچک لوں مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، میں پیچھے ہٹ گیا، پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی، میں اور تم اسی درمیان میں تھے کہ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔

«صحيح ابن خزيمة»:
«عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ مَدَّ يَدَهُ، ثُمَّ أَخَّرَهَا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَنَعْتَ فِي صَلَاتِكَ هَذِهِ مَا لَمْ تَصْنَعْ فِي صَلَاةٍ قَبْلَهَا قَالَ:إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ قَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ، وَرَأَيْتُ فِيهَا دالية قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ، حَبُّهَا كَالدُّبَّاءِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْهَا، فَأُوحِيَ إِلَيْهَا أَنِ اسْتَأْخِرِي، فَاسْتَأْخَرَتْ، ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ حَتَّى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ، فَأَوْمَأْتُ إِلَيْكُمْ أَنِ اسْتَأْخَرُوا، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَقِرَّهُمْ، فَإِنَّكَ أَسْلَمْتَ وَأَسْلَمُوا، وَهَاجَرْتَ وَهَاجَرُوا، وَجَاهَدْتَ وَجَاهَدُوا، فَلَمْ أَرَ لِي عَلَيْكُمْ فَضْلًا إِلَّا بِالنُّبُوَّةِ»
(صحيح: كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَنَاوُلِ الْمُصَلِّي الشَّيْءَ عِنْدَ الْحَادِثَةِ تَحْدُثُ، رقم:892، (50/2)

«المستدرك على الصحيحين للحاكم»:
حَتَّى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ
(صحيح: كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ، وَأَمَّا حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ،8408 (4/ 503)

«شرح مشكل الآثار»:
« حَتَّى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ،۔۔۔"»
(بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، مِمَّا يُعْلَمُ يَقِينًا أَنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ رَأْيًا، وَإِنَّمَا قَالَ تَوْقِيفًا: لَا وَحْيَ إِلَّا الْقُرْآنُ، رقم:5762، (14/ 466)

اب تک یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا اور یہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں ہے، اب رہا یہ مسئلہ کہ سایہ نہ ہونے کے دلائل کی کیا حقیقت ہے تو وہ درج ذیل ہے۔

سایہ نہ ہونے کے دلائل اور ان کا جواب:

کسی صحیح، حسن یا قابل حجت روایت سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اس بارے میں چند روایات پیش کی جاتی ہیں جن کی علمی حیثیت ذیل میں درج ہے۔

یہاں ایک بات اور قابل غور ہے کہ دینِ اسلام میں سند کی بہت اَہمیت ہے کوئی بھی حدیث بِلا سند قابلِ قبول نہیں ہے چاہے وہ جتنی بھی مشہور ہو اور دوسری بات یہ کہ سند بھی قابلِ قبول ہو اگر حدیث کی سند تو ہے مگر ضعیف یا منکر ہے تو بھی اس حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی جو کہ انتہائی ثقہ اور متفقہ حدیث و فقہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک حدیث کی سند بیان کرنا دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی چاہتا جو بات کہہ دیتا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:"سند کا ہونا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، یہ سنت موکدہ بلکہ فرض کفایہ ہے۔"

امام ثوری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:"سند کا ہونا مؤمن کا ہتھیار ہے۔"

«سنن الترمذي ت بشار»:
«حدثنا محمد بن على بن الحسن قال: سمعت عبدان يقول قال عبد الله بن الْمبارك: الاسناد عندي من الدين لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء»
(كتاب العلل، باب جَوَاز الحكم على الرِّجَال والأسانيد، رقم:4053، (235/6)

«شرح نخبة الفكر للقاري»:
«ثمَّ اعْلَم أَن أصل الْإِسْنَاد خصيصة فاضلة من خَصَائِص هَذِه الْأمة، وَسنة بَالِغَة من السّنَن الْمُؤَكّدَة، بل من

فروض الْكِفَايَة............................ قَالَ الثَّوْرِيّ: الْإِسْنَاد سلَاح الْمُؤمن، فَإِذا لم يكن مَعَه سلَاح لم يقدر أَن يُقَاتل. وَقَالَ بَقِيَّة: ذاكرت حَمَّاد بن زيد بِأَحَادِيث فَقَالَ: مَا أَجودهَا لَو كَانَ لَهَا أَجْنِحَة، يَعْنِي الْأَسَانِيد. وَقَالَ مطر: فِي قَوْله تَعَالَى {أَو أثارة من علم} أَي إِسْنَاد الحَدِيث»

(الْعُلُوّ الْمُطلق، (ص:617)

پہلی دلیل:

«الخصائص الكبرى»:

«اخْرُج الْحَكِيم التِّرْمِذِيّ عَن ذكْوَان ان رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يكن يرى لَهُ ظلّ فِي شمس وَلَا قمر قَالَ ابْن سبع من خَصَائِصه ان ظله كَانَ لَا يَقع على الأَرْض وَأَنه كَانَ نورا فَكَانَ إِذا مَشى فِي الشَّمْس أَو الْقَمَر لَا ينظر لَهُ ظلّ»

(ذكر المعجزات والخصائص فِي خلقه الشريف صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، 116/1)

«الخصائص الكبرى»:

«وَله طَرِيق سادس مُرْسل أخرج الْحَكِيم التِّرْمِذِيّ من طَرِيق عبد الرَّحْمَن بن قيس الزَّعْفَرَانِي عَن عبد الْملك بن عبد الله بن الْوَلِيد عَن ذكْوَان ان رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يكن يرى لَهُ ظلّ فِي شمس وَلَا قمر »

(ذكر المعجزات والخصائص فِي خلقه الشريف صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، 122/1)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

جواب:

1-پہلی بات تو یہ کہ اس حدیث کو بعد کے سارے حضرات نے حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالی کی کتاب "نوادرالاصول فی احادیث الرسول" سے نقل کیا ہے جس کتاب کا شمار ان کتب میں ہوتا ہے جس میں ضعیف احادیث کی بہت کثرت ہے بلکہ بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس کی ہر حدیث ضعیف ہے، اور اکثر احادیث غیر معتبر ہیں۔

☆مشہور صوفی عالم امام ابو القاسم القشیری رحمہ اللہ تعالی، حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالی کا اپنا بیان نقل کرتے ہیں۔

«الرسالة القشيرية»:

«وَقَالَ مُحَمَّد بْن عَلِيّ مَا صنفتُ حرفا عَن تدبير ولا ينسب إلي شَيْء منه ولكن كَانَ إِذَا اشتد عَلِي وقتي أتسلي بِهِ»

(بَاب فِي ذكر مشايخ هذه الطريقة وَمَا يدل من سيرهم وأقوالهم عَلَى تعظيم الشريعة، (96/1)

ترجمہ: محمد بن علی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: میں نے کوئی تصنیف اپنے تدبر سے نہیں لکھی اور نہ یہ مقصد تھا کہ کوئی تصنیف میری طرف منسوب ہو، لیکن جب مجھ پر سخت وقت آتا تو میں اس کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

☆علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی، لسان المیزان میں حکیم ترمذی کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"تاریخ حلب" کے مصنف قاضی کمال الدین بن العدیم نے اپنے ایک رسالے جس کا نام "الملحة فی الرد علی ابی طلحة" ہے حکیم ترمذی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ حکیم ترمذی اہلِ حدیث (حدیث کے ماہرین) میں سے نہیں ہیں اور ان سے کوئی روایت بھی منقول نہیں ہے، نہ علمِ حدیث ان کا فن تھا نہ موضوعِ بحث۔-------------------اور انہوں نے اپنی خوفناک کتابوں کو من گھڑت احادیث سے بھر دیا اور انہیں ایسی اَخبار (احادیث) سے بھر دیا جو نہ بیان کی گئی اور نہ سنی گئی۔

«لسان الميزان»:

«"محمد" بن علي بن الحسن بن بشير الترمذي المؤذن المعروف بالحكيم أبو عبد الله......................وذكره القاضي كمال الدين بن العديم صاحب تاريخ حلب في جزء له سماه الملحة في

الرد على أبي طلحة قال فيه وهذا الحكيم الترمذي لم يكن من أهل الحديث ولا رواية له ....
وملأ كتبه الفظيعة بالأحاديث الموضوعة وحشاها بالأخبار التي ليست بمروية ولا مسموعة.»
(حرف الميم، من اسمه محمد، ترجمة:1033، (308-9/5)

☆حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی اپنی مشہور کتاب "بستان المحدثین" میں حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالی کی مذکورہ کتاب "نوادر الاصول" کے بارے میں تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد"

(بستان المحدثین: نوادر الاصول، حیکم ترمذی، ص:62)

ترجمہ: نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں۔

☆پھر آگے حکیم صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج ست و سبب ایں حادثہ را خود ایشاں بیان کردہ اند در طبقات شعراوی مذکور است کہ ایشاں مے گفتند کہ من ہیچ گاہ تفکر و تدبر و تامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آں است کہ کسے. ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مراقبض وقت مے شد تسلی و آرام بہ تصنیف مے جستم و ہرچہ بخاطر مے رسد مے نوشتم"

(بستان المحدثین: نوادر الاصول، حکیم ترمذی، ص:63)

ترجمہ: یہ بھی جاننا چاہیے کہ انکی تصانیف میں احادیث غیر معتبرہ اور موضوعات (منگھڑت) کثرت سے درج ہیں، طبقات شعراوی میں خود انہوں نے اس حادثہ کا سبب نے بیان کیا ہے، وہ کہتے تھے کہ: "میں نے تصنیف کا کام کرنے سے پہلے نہ کبھی تفکر کیا اور نہ ہی کبھی تدبر و تامل کیا، اور نہ میرا یہ مقصد تھا کہ کوئی شخص ان مؤلفات (تحریرات) کی نسبت میری طرف کرے، بلکہ جب کبھی مجھ پر سخت وقت آتا تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا، اور جو میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔

2-دوسری بات کہ اس روایت میں بھی دو علتِ قادِحہ (فنِ حدیث کے اعتبار سے خرابیاں) ہیں:

الف-اس سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی، ابو معاویہ ہیں جن کے بارے میں علمائے کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے خود اپنی ایک کتاب میں عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی کو کذاب (جھوٹا) اور وَضَّاع (حدیث گھڑنے والا) کہا ہے۔

«مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا» (رقم:68، ص42):
«البيهقي عن عائشة وقال: موضوع، وأخرج الحكيم الترمذي في نوادر الأصول من طريق عبد الرحمن بن قيس وهو وضاع كذاب عن عبد الملك بن عبد الله بن الرائد وهو مجهول عن ذكوان أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة".»

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالی نے " كَذَّابٌ "(جھوٹا)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے " لَيْسَ بِشيء "(بے حیثیت)، امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ تعالی نے " ذاهب الحديث " (متروک / جس کی حدیث شدید ضعیف ہونے کی وجہ سے ترک کرنا لازم ہو) کہا ہے۔

«الضعفاء لأبي زرعة الرازي في أجوبته على أسئلة البرذعي، أبو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية» (2/ 500):
«قلت: عبد الرحمن بن قيس؟ قال: "كذاب"»

«العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله» (2/ 374):
«2671 - سَأَلْتُهُ عَن عبد الرَّحْمَن بن قيس الزَّعْفَرَانِي قَالَ لم يكن بِشَيْء لَيْسَ بِشَيْء»

«التاريخ الكبير للبخاري بحواشي محمود خليل» (5/ 339):

«1082- عَبد الرَّحمَن بْن قَيس، أَبو مُعاوية. ذَهَبَ حديثُه»

«الكنى والأسماء - للإمام مسلم» (2/ 760):
«3090- أبو معاوية عبد الرحمن بن قيس الزعفراني3 البصري ذاهب الحديث.»

ب- عبد الرحمن بن قیس کے استاذ عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید کو بھی ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجہول کہا ہے۔

«شرح الشفا لعلي القاري»:
«ما ذكره الحكيم الترمذي في نوادر الأصـــول عن عبد الرحمن بن قيس وهو مطعون عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد وهو مجهول عن ذكوان (من أنّه كان لا ظلّ لشخصه فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا) أي بنفسه والنور لا ظل»
(الْبَابُ الرَّابِعُ، فصل:وَمِنْ ذَلِكَ مَا ظَهَرَ مِنَ الْآيَاتِ عِنْدَ مولده عليه الصلاة والسلام، (1/ 754)

دوسری دلیل:

«شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية»:
«لكن روى ابن المبارك وابن الجوزي، عن ابن عباس: لم يكن للنبي -صلى الله عليه وسلم- ظل، ولم يقم مع الشمس قط إلا غلب ضوؤه ضوء الشمس، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوء السراج»
(المقصد الثالث: فيما فضله الله تعالى به، الفصل الأول: في كمال خلقته وجمال صورته صلى الله عليه وسلم، (5/ 525)

«الوفا بتعريف فضائل المصطفى للامام الجوزى»:
«عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: لم يكن لرسول الله صلى الله تعالى عليه وآلہ وسلم ظل، ولم يقم مع شمس قط إلا غلب ضوؤه ضوءَ الشمس، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوؤه على ضوء السِّراج."»
(أبواب صفات جسده، الباب التاسع والعشرون فی ذکر حسنه، 2/65)

«إمتاع الأسماع»:
«وقال أحمد بن عبد اللَّه الغدافي أخبرنا عمرو بن أبي عمرو عن محمد بن الســـائب عن أبي صـــالح عن ابن عباس رضي اللَّه عنه: لم يكن لرسـول اللَّه ظل، ولم يقم مع شـمس قط إلا غلب ضـوء الشـمس، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوءه على ضوء السراج.»
(فصل في ذكر صفة رسول اللَّه ﷺ، وأما حسنه وطيب رائحته وبرودة يده.......، (2/ 170)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، آپ جب بھی سورج کے سامنے یا چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کا نور ہی ان پر غالب رہتا تھا۔

جواب:

امام زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت امام ابن مبارک اور امام ابن جوزی رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

امام جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو بغیر کسی سند کے ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کوئی بھی روایت بلاسند کسی کام کی نہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

جبکہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت کہاں ذکر کی ہے اور اس کی سند کیا ہے کچھ معلوم نہیں لہذا یہ بھی باطل ثابت ہوئی۔

اسی روایت کو علامہ مقریزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "امتاع الاسماع" میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، مگر وہ روایت بھی غیر معتبر ہے، اس لیے کہ اس روایت میں ایک راوی محمد بن السائب الکلبی ہیں جن کے بارے میں علماء نے، کذاب، ضعیف، ليس بشيء، متروک

وغیرہ کہا ہے۔ ابو بکر بن ابو خیثمہ یحی بن معین رحمہما اللہ تعالی کا قول نقل کرتے ہیں کہ محمد بن سائب الکلبی جب ابو صالح سے روایت کریں تو اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

«تهذيب الكمال في أسماء الرجال»:
«باذام، ويُقال: باذان، أَبُو صالح، مولى أم هانئ بنت أبي طالب.
رَوَى عَن: عبد الله بن عباس ....وَقَال أَبُو بَكْر بْن أَبي خيثمة، عَنْ يحيى بْن مَعِين: ليس به بأس، وإذا روى عنه الكلبي، فليس بشيءٍ.»
(باب الباء، من اسمه باب وباذام وبجالة وبجير، ت: 636 – 4، (6-7/4)

«تهذيب الكمال في أسماء الرجال»:
«مُحَمَّد بن السـائب بن بشرـ بن عَمْرو ابن الحارث بْن عبد الحارث بْن عبد العزى الكلبي، أَبُو النضرـ الكوفي من بني عبد ود.
رَوَى عَن: الأصبغ بْن نباتة، وأبي صالح باذام مولى أم هاني (ت فق)...............قال أَبُو بكر بْن خلاد الباهلي، عن معتمر بْن سُلَيْمان، عَن أبيه: كان بالكوفة كذأبَان أحدهما الكلبي.
وَقَال عَمْرو بْن الحصـين، عن معتمر بْن سُـلَيْمان، عن ليث ابن أَبي سـليم: بالكوفة كذأبَان: الكلبي والسـدي، يعني مُحَمَّد بْن مروان.
وَقَال عَباس الدُّورِيُّ، عَن يحيى بْن مَعِين: ليس بشيءٍ.
وَقَال معاوية بْن صَالِح، عَنْ يحيى بْن مَعِين: ضعيف.
وَقَال أبو موسى مُحَمَّد بْن المثنى: ما سمعت يَحْيَى ولا عَبْد الرَّحْمَنِ يحدثان عن سُفْيَان عن الكلبي.
وقَال البُخارِيُّ: تركه يحيى بْن سَعِيد وابن مهدي.»
(من اسمه محمد، مُحَمَّد بن السائب بن بشر الكلبي، ت فق:5234، (25/ 8-246)

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالی، قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی کی کتاب "الشفا" کی شرح میں اس روایت کے بعد امام دلجی رحمہ اللہ تعالی کا قول نقل کرتے ہیں کہ: "میرے علم میں نہیں کہ اس (حدیث) کو کس نے روایت کیا ہے۔"

«شرح الشفا»:
«ولفظها لم يكن له ظل في شـمس ولا قمر ونقله الحلبي عن ابن سـبع أيضـا (وأنّ الذّباب) أي ومن ذلك ما ذكر من أن الذُّبَابَ (كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى جَسَدِهِ وَلَا ثيابه) قال الدلجي لا علم لي بمن رواه انتهى»
(الْبَابُ الرَّابِعُ، فصل وَمِنْ ذَلِكَ مَا ظَهَرَ مِنَ الْآيَاتِ عِنْدَ مولده عليه الصلاة والسلام، (755/1)

الدليل الثالث:

«تفسير النسفي = مدارك التنزيل وحقائق التأويل»:
«وقال عثمان إن الله ما أوقع ظله على الأرض لئلا يضع إنسان قدمه على ذلك الظل»
(سورة النور ، آية:12، (2/ 492)

ترجمہ: عثمان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: بیشک اللہ نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تا کہ کسی انسان کا قدم آپ کے سایہ پر نہ پڑ جائے۔

جواب:

پہلی بات تو یہ کہ یہ روایت بھی بغیر سند مذکور ہے اس لیے باطل ومردود ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت میں سایہ نہ ہونے کی ایک علت یہ بیان کی گئی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سایہ پر کسی کا پیر نہ پڑ جائے۔" جبکہ یہ بات عقل ومشاہدے کے بالکل خلاف ہے، اس لیے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کے سائے پر کوئی قدم رکھ سکے کیونکہ کسی بھی سائے پر جب کوئی چیز رکھی جائے تو سایہ اس چیز کے اوپر آ جاتا، یعنی سایہ کے اوپر آنا ممکن ہی نہیں۔

تیسری بات یہ کہ اگر ایک لمحہ کے لیے مان بھی لیا جائے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا تو کیا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں کا سایہ بھی نہیں تھا؟

اس لیے کہ کسی بھی روشنی یا سورج کی شعاعوں کے سامنے جب کوئی ٹھوس جسم آتا ہے اور وہ روشنی کو گزرنے سے روکتا ہے تو سایہ بنتا ہے، جبکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا جسم بھی ٹھوس تھا اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے بھی ٹھوس تھے، اگر وہ کپڑے اتنے صاف وشفاف اور لطیف تھے کہ روشنی کو روکتے نہیں تھے تو ان کپڑے سے ستر پوشی کیسے ممکن تھی؟ جبکہ حدیث میں خود ایسے کپڑوں کے استعمال کی ممانعت ہے۔

خلاصہ کلام:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا اور سایہ ہونا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں، نہ اس بارے میں آخرت میں سوال ہوگا، سایہ ہونے کے جتنے بھی دلائل ہیں سب بہت کمزور ہیں، اس لیے اس بحث پڑنے سے اور اس بارے میں جھگڑنے سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے اور اسی میں اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم بالصواب وعلمہ اتم

کتبہ العبد

ابو محمد نظامی عفااللہ تعالی عنہ

19 ربیع الثانی 1443م

25 نومبر 2021ء

یوم الخمیس (جمعرات)